1

نئے سال کے متعلق اہم ہدایات

(فرمودہ 2 /جنوری 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آج 1953ء کا پہلا جمعہ ہے۔ 1952ء جماعت احمدیہ کی تاریخ کے اہم سالوں میں سے ایک ہے جس میں جماعت نے مظلومیت کا کمال نمونہ دکھایا اور اس کے مخالفوں نے خصوصاً احراریوں نے ظلم کا کمال نمونہ دکھایا۔ مگر وہ سال بھی گزر گیا۔ مظالم کی بہت سی رَوئیں جو اٹھی تھیں وہ بھی گزر گئیں۔ مظلومیت کی جو حالت جماعت پر آئی تھی وہ بھی گزر گئی۔ جماعت احمدیہ بھی دنیا میں اُسی طرح موجود ہے جس طرح پہلے موجود تھی۔ احرار کا گروہ بھی کسی نہ کسی شکل میں دنیا میں موجود ہے۔ لیکن اب نہ تو احرار کی وہ حالت ہے جس حالت میں وہ 1952ء کے وسط میں تھے یعنی ان کی طاقت مختلف لحاظ سے گر چکی ہے اور نہ احمدی اُس حالت میں ہیں جو 1952ء کے وسط میں ان کی تھی۔ ان کی طاقت کئی لحاظ سے بڑھ چکی ہے۔ پس 1952ء کا سال جماعت احمدیہ کے لیے مظالم کا سال تھا۔ 1952ء کا سال جماعت احمدیہ کے لیے سختیوں کا سال تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل بھی ہم نے 1952ء میں جس طرح دیکھے ہیں وہ دوسری قوموں کو نصیب نہیں ہوئے۔

وسط 1952ء میں جماعت احمدیہ پر ایسا زمانہ بھی آیا جب عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا کہ یہ جماعت جلد ختم کر دی جائے گی۔ اِس مسجد میں اور اِسی جگہ کھڑے ہو کر خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے

میں نے کہا تھا کہ تم میں سے بہت سے لوگ اِس مخالفت کی وجہ سے ڈر رہے ہیں، کانپ رہے ہیں لیکن میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب سختیوں کے زمانے جا رہے ہیں اور اب یہ مخالفت کمزور پڑتی جائے گی۔ میرے خطبات الفضل میں سے نکال کر دیکھ لو وہاں میرے یہ الفاظ موجود ہیں۔ چنانچہ چند ہفتہ کے اندر اندر خدا تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ مخالفت کی وہ رَو کمزور پڑ گئی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مخالفت کی اب کوئی کھڑکی کھلی نہیں۔ ابھی مخالفت کی کئی کھڑکیاں ہیں جو کھلی ہیں۔ دشمن کے کئی حملے ہیں جو ابھی باقی ہیں۔ لیکن سوال تو موجودہ وقت کی حالت کا ہوتا ہے۔ ایک شخص سمندر میں کُودتا ہے اور پانی کی ایک لہر اُسے ڈھانپ لیتی ہے تو اُسے اس چیز کی ضرورت نہیں ہوتی کہ پانی کی کوئی اَور لہر بھی ہے یا نہیں۔ اُس کی غرض صرف اُس لہر سے ہوتی ہے جس نے اسے ڈھانپ لیا ہے۔ پھر اَور لہر آتی ہے وہ ہٹ جاتی ہے تو اَور لہر آتی ہے۔ پس بجائے اس کے کہ میں کہوں کہ مخالفت کی کوئی رَو باقی نہ رہے میں یہ کہوں گا کہ ابھی مخالفت کی اَور رَوئیں باقی ہیں۔ میری زبان پر یہ لفظ آتے آتے رُک گئے ہیں کہ خدا کرے اب یہ مخالفت بالکل ختم ہو جائے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے پہلے بتا دیا تھا جماعت کو تھپیڑوں کی ضرورت ہے۔ ہماری اصل غرض تو اصلاح سے ہے۔ اگر جماعت کی اصلاح تھپیڑوں سے ہو تو کبھی کوئی شخص یہ نہیں کہے گا کہ جماعت کو تھپیڑے نہ لگیں۔

جب جماعت اِس حد تک پہنچ جائے گی کہ اس کی اصلاح کے لیے تھپیڑوں کی ضرورت نہ ہو تو اُس وقت جماعت کے ذمہ دار لوگوں کا حق ہے کہ وہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جماعت کو اَور تھپیڑے نہ لگیں۔ لیکن جب جماعت کی بیداری کی یہی ایک صورت ہو کہ اسے تھپیڑے لگیں تو کوئی خیر خواہ ایسا نہیں ہوگا جو یہ دعا کرے کہ جماعت کو آئندہ تھپیڑے نہ لگیں۔ وہ اس چیز کے لیے خدا تعالیٰ سے دعا کرے گا کہ خدا تعالیٰ شریروں کے شر سے محفوظ رکھے، وہ اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں۔ باقی یہ کہ جماعت آئندہ تھپیڑوں سے بچ جائے اس قسم کی دعائیں کوئی خیر خواہ نہیں کر سکتا۔ یہ دعا اُس وقت ہو سکتی ہے جب یہ یقین ہو جائے کہ آئندہ روحانیت میں ترقی کرنے کے لیے کسی تھپیڑے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ خیر خواہ سے خیر خواہ انسان منہ سے بے شک یہ کہے گا کہ خدایا! جماعت خطرات سے محفوظ رہے۔ لیکن دل میں وہ ضرور یہ کہے گا کہ خدایا! تھوڑے سے تھپیڑے اَور، خدایا! تھوڑے سے اَور تا جماعت کی درستی ہو جائے۔

اب میں نئے سال کے متعلق بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر یہ اعلان کیا تھا کہ 1953ء کے شروع میں سات روزے رکھے جائیں اور یہ روزے ہر پیر کے روز رکھے جائیں۔ اس طرح پہلا روزہ 5 جنوری کو ہوگا۔ آج جمعہ ہے اور 2 جنوری ہے۔ کل ہفتہ ہے اور پرسوں اتوار۔ اترسوں سوموار ہوگا اور اُسی دن پہلا روزہ ہوگا۔ ہر احمدی جو تندرست ہے اور طاقتور ہے وہ یہ سات روزے رکھے اور دعا کرے کہ خدا تعالیٰ جماعت کو ان فتنوں کے ضرر سے بچائے رکھے، اس کی ترقی کے سامان پیدا کرے۔ اور یا ظالموں کے ہاتھ کو روک لے۔ یا ہمیں اُس صبر کی توفیق بخشے جو مومن کا حصہ ہوتا ہے۔ اور ہماری کوششوں کے وہ ثمرات پیدا کرے جو قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ روزے 26,19,12,5 جنوری اور 16,9,2 فروری کو ہوں گے۔ جن کے رمضان کے روزوں سے کچھ باقی ہوں وہ حسبِ طریقِ سابق اِن روزوں کو اُن بقیہ روزوں کی جگہ رکھ سکتے ہیں باقی جماعت بطور نفل کے رکھے۔ الفضل میں آج اعلان شائع ہوا ہے لیکن غلطی سے 19,16,1 فروری شائع ہوگیا ہے۔ مگر یہ کتابت کی غلطی ہے۔ حساباً 19 فروری کو سوموار نہیں آتا۔ یہ دراصل 9 فروری ہے جو 19 فروری بن گئی۔ لیکن تاہم کئی سادہ لوح ایسے ہوتے ہیں جو صرف الفاظ کو دیکھتے ہیں اُن پر غور نہیں کرتے پس یہ 19 فروری نہیں بلکہ 9 فروری ہے۔

پس ایک تو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ جماعت کے دوست یہ سات نفلی روزے رکھیں اور جماعتوں کو چاہیے کہ وہ دوستوں کو ہر جگہ ان روزوں کے متعلق یاددہانی کراتی رہیں۔ نفلی روزے سفر میں بھی جائز ہیں اس لیے جن کو طاقت ہو، جو لوگ تندرست ہوں وہ سفر میں بھی یہ روزے رکھیں۔ بیمار یہ روزے نہ رکھیں کیونکہ بیمار پر کوئی روزہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے روزے بھی اُن کے لیے معاف کر دیئے ہیں تو ہم کون ہیں جو انہیں نفلی روزے رکھنے پر مجبور کریں۔ پس جو بیمار اور بوڑھے ہیں اور روزے نہیں رکھ سکتے اُن پر نہ رمضان کے روزے ہیں اور نہ نفلی روزے۔ لیکن جو لوگ طاقتور ہیں، تندرست ہیں اُن کے لیے سفر میں رمضان کے روزے جائز نہیں نفلی روزے جائز ہیں۔ کیونکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جب مسافر کے لیے فرضی روزے منع ہو گئے تو بھی بعض صحابہؓ سفر اور لڑائیوں میں نفلی روزے رکھ لیتے تھے۔ ان ایام کو خصوصیت کے ساتھ دعاؤں میں

گزارو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ ہمارے سب کام خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ وہ تغیر جو ہمیں نظر آتا ہے اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ نمایاں نظر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اس ہاتھ کو دیکھتے ہوئے تردّد اور رشک کرنا نہایت خطرناک بیماری کی علامت ہے۔ جب سورج نکلا ہوا ہو تو صرف وہی لوگ اسے نہیں دیکھتے جن کی بینائی جاتی رہی ہو۔ اسی طرح عقلمند انسان خدا تعالیٰ کے ہاتھ کو دیکھنے کے بعد شک اور تردّد میں نہیں رہتا۔ یہی وہ امتیاز ہے جو ہماری جماعت اور دوسری قوموں میں پایا جاتا ہے۔ ہماری جماعت نے خدا تعالیٰ کے تازہ تازہ نشانات دیکھے ہیں۔ لیکن دوسری قوموں کو خدا تعالیٰ کے نشانات دیکھے بہت دیر ہو چکی ہے۔ وہ ظاہری طور پر تو خدا تعالیٰ کی قدرت کی قائل ہیں لیکن دل سے اس کی قائل نہیں۔ وہ دل میں یہ سمجھتی ہیں کہ اگرچہ خدا تعالیٰ کا وجود ہے لیکن اب وہ بیکار بیٹھا ہے اسے کسی کام میں دخل حاصل نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ وہ پہلے بیکار تھا اور نہ اب بیکار ہے۔ وہ کبھی قدرتِ عامہ سے کام چلاتا ہے اور کبھی قدرتِ خاصہ سے کام لیتا ہے۔ مثلاً نالے ہیں دریا ہیں۔ ان میں ہر وقت پانی بہتا رہتا ہے لیکن ان دریاؤں اور نالوں کی وجہ سے یہ نہیں ہوتا کہ بارش نہ ہو۔ بارش بھی ہوتی ہے اور نالے اور دریا بھی بہتے ہیں۔ دریاؤں اور نالوں میں پانی چلتا ہے تو یہ اُس کی قدرتِ عامہ کا اظہار ہوتا ہے۔ اور بارش ہوتی ہے تو یہ اُس کی قدرتِ خاصہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بارش کا فیضان عام ہے دریاؤں کا فیضان عام نہیں۔ بارش ہر ذرّہ ذرّہ کو سیراب کر دیتی ہے دریاؤں کے ذریعہ سے ہر ذرّہ ذرّہ سیراب نہیں ہوتا۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ بارش کبھی کبھی آتی ہے اور دریا اور نالے ہر وقت بہتے رہتے ہیں۔

دوسری چیز جو نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے اس سال جماعت کے مختلف گروہوں کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کے لیے غور و فکر کرنا ہے۔ میں نے پچھلے سال بھی اقتصادی حالت کو درست کرنے کے متعلق ہدایات دی تھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ نظارت امور عامہ نے اس بارہ میں کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ میں نے خطبات جمعہ میں اس بات کا ذکر کیا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ناظر صاحب امور عامہ یا تو نمازوں میں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو خطبات میں سوئے رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ مسجد میں آتے اور خطبات سنتے تو وہ اس بارہ میں کوئی نہ کوئی

قدم تو ضرور اٹھاتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو نماز جمعہ اُن کے لیے ضروری نہیں اور یا وہ مسجد میں آتے ہیں تو ان پر نیند غالب آ جاتی ہے اور خطیب کے خطبہ کا اُنہیں پتا نہیں لگتا۔ یونہی مسجد میں چلے آئے اور واپس چلے گئے۔ لیکن اس دفعہ انہیں سونے نہیں دیا جائے گا، ان کی نیند کو دور کرنے کے جتنے بھی علاج ہیں وہ کئے جائیں گے۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ فوراً جماعتوں کو منظّم کرتے، جماعت کے احباب سے تبادلہ خیالات کرتے اور کمیٹیاں بنانے کا کام کرتے لیکن افسوس کہ انہوں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ انہیں فوراً کام شروع کر دینا چاہیے۔ وہ یہ خیال نہ کر لیں کہ ایک ماہ تک جلسہ کی تھکان دور ہوگی، ایک ماہ سوچنے میں لگ جائے گا، ایک ماہ کسی نتیجہ پر پہنچنے میں لگ جائے گا، ایک ماہ جماعتوں کو لکھنے میں لگ جائے گا، ایک ماہ کوئی جواب آنے میں لگ جائے گا، اس کے بعد کمیٹیوں کے متعلق غور کرنے میں ایک ماہ لگ جائے گا۔ چھ سات ماہ گزرنے کے بعد وہ یہ خیال کر لیں گے کہ اب تو سال ختم ہو گیا ہے اب اگلے سال کام کریں گے۔ اب تک ان کا یہی طریق رہا ہے۔ لیکن یہ طریق نہایت ناجائز ہے اور ایسا کرنا جماعت سے غداری کرنا ہے۔ کوئی مومن ایسا کام نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہو تو کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ پس ناظر صاحب امور عامہ ابھی سے کام شروع کر دیں۔ ان کا فرض تھا کہ وہ یکم جنوری سے کام شروع کر دیتے لیکن انہوں نے ابھی تک کام شروع نہیں کیا۔ وہ اس خطبہ کے بعد یہ کام فوراً شروع کر دیں۔ ہم نے اس اعلان کے مطابق اِس سال زمینداروں میں تنظیم پیدا کرنی اور ان کی اقتصادی حالت کو درست کرنا ہے۔ ہم نے اِس سال عام پیشہ وروں یعنی لوہار، نجار، معمار وغیرہ میں تنظیم پیدا کرنی اور ان کی اقتصادی حالت کو درست کرنا ہے۔ ہم نے اِس سال فنکار پیشہ وروں یعنی ڈاکٹروں، وکیلوں وغیرہ کی تنظیم کرنی اور ان کی اقتصادی حالت کو درست کرنا ہے۔ ہم نے اس سال تاجروں کی تنظیم کرنی اور ان کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کے متعلق غور و فکر کرنا ہے۔ ہم نے اس سال طالب علموں کی تنظیم کرنی ہے۔ گویا اس سال ہم نے ان پانچوں گروہوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینی ہے، ان کے کام میں زیادہ سے زیادہ وسعت پیدا کرنی ہے اور انہیں جماعتی رنگ میں مفید بنانے کے متعلق تجاویز سوچنی ہیں اور ان پر عمل کرنا ہے۔

تیسری بات جس پر ہم نے اِس سال زور دینا ہے وہ تعلق باللہ ہے۔ اور تعلق باللہ تربیتِ صحیحہ

کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ حقیقی تربیت سے ہی خدا تعالیٰ ملتا ہے۔ سو ہم نے اس سال خصوصیت کے ساتھ تربیت کی طرف توجہ کرنی ہے۔ میں پہلے مقامی انجمنوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ مقامی طور پر ہماری کوئی تنظیم نہیں۔ ہمیں اصلاحِ احوال کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یاد رکھو اصلاح دو طرح ہوسکتی ہے۔ اصلاح یا تو محبت کے ذریعہ ہوسکتی ہے اور یا سختی کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مقامی کارکنوں کی ان دونوں ذرائع کی طرف توجہ نہیں۔ اگر یہ چیز ثابت ہو جائے کہ یہاں کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں، یہاں کوئی چوری کرنے والا نہیں، یہاں کوئی سودے میں ملاوٹ کرنے والا نہیں، یہاں کوئی مہنگے داموں سودا بیچنے والا نہیں۔ تب تو میں مان لوں گا کہ یہاں کے کارکنوں کو جماعت کی تربیت کرنے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں، ان کا یہاں کوئی کام نہیں۔ لیکن اگر ربوہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو جھوٹ بول لیتے ہیں، اگر ربوہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو چوری کر لیتے ہیں، اگر ربوہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو سودے میں ملاوٹ کر لیتے ہیں، اگر ربوہ میں بھی ایسے تاجر موجود ہیں جو امورِ عامہ سے ایک بھاؤ کا فیصلہ کرتے ہیں اور بیچتے کسی اَور بھاؤ پر ہیں۔ یا وہ امورِ عامہ سے کہتے ہیں ہم اس بھاؤ پر سُوکھی لکڑی بیچیں گے لیکن وہ بیچتے گیلی لکڑی ہیں۔ نظارت امورِ عامہ دودھ کا جو بھاؤ مقرر کرتی ہے وہ تسلیم کرتے ہیں اور اُسی بھاؤ پر دودھ بیچنے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن بیچتے کسی اَور بھاؤ پر ہیں۔ اگر ایسے لوگ ربوہ میں موجود ہیں تو یقیناً مقامی انجمن کے کارکنوں کو اُن کی تربیت کی ضرورت ہے۔ کیا یہ لوگ ان کے لیے خدا ہیں کہ وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے؟ اگر ایسے لوگ یہاں سے چلے جائیں تو ہمیں کونسا گھاٹا پڑ جائے گا۔ اور اگر ایسے لوگ یہاں آ جائیں تو کونسا ہمیں نفع ہوگا۔ یہ لوگ پہلے سے موجود تھے۔ پھر بھی خدا تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کو قائم کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ایسے لوگ موجود نہ رہیں۔ اگر وہ چاہتا کہ ایسے لوگ موجود رہیں تو اسے ایک الگ سلسلہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم پر اگر کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے کہ الگ جماعت بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ تو ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایک خالص جماعت بنانا چاہتا تھا۔ عوام ناخالص تھے اس لیے خدا تعالیٰ نے خالصوں کو الگ کر لیا۔ اگر ہم نے جماعت سے ناخالصوں کو نہیں نکالنا تھا تو خدا تعالیٰ کو یہ تدبیر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اُس نے اِس جماعت کو

علیحدہ کھڑا کر کے دنیا میں کیوں فتنہ پیدا کیا؟

اللہ تعالیٰ کی سکیم یہ تھی کہ خالصوں کو الگ کیا جائے اور یہ سکیم دو طرح سے جاری ہو سکتی تھی۔ یا تو ناخالصوں میں سے خالصوں کو علیحدہ کیا جاتا۔ اور یا خالصوں میں سے ناخالصوں کو علیحدہ کیا جاتا۔ خدا تعالیٰ نے اس سکیم کو جاری کیا اور اس نے ناخالصوں میں سے خالصوں کو علیحدہ کر کے ایک جماعت بنا دی۔ اب اگر اس جماعت میں ناخالص مل گئے ہیں تو ہمیں دوسرے طریق پر عمل کرنا چاہیے یعنی خالصوں میں سے ناخالصوں کو علیحدہ کرنا چاہیے۔ اس کے بغیر ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں۔ لیکن کارکن اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر خالصوں میں کچھ لوگ ناخالص مل گئے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ دنیا میں اگر اخلاق بگڑتے ہیں، اگر تقویٰ بگڑتا ہے تو ان کارکنوں کا کیا نقصان ہے۔ نقصان تو خدا تعالیٰ کا ہے جس نے دنیا میں اپنا مامور بھیجا اور فتنوں کا سامان کیا تا خالص لوگ الگ ہو جائیں۔ اگر اُس نے پہلے یہ تدبیر اختیار کی تھی تو اب بھی وہ خالصوں میں سے ناخالصوں کو الگ کرے گا۔ تم چودھری کون ہو؟ اگر یہ خدا تعالیٰ کا سلسلہ ہے تو (اگر یہ الفاظ خدا تعالیٰ کے لیے استعمال کرنے درست ہوتے تو میں کہتا کہ) وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر بھی اِس کو پاک وصاف کرے گا۔ تم لوگ خدا تعالیٰ کے قائم مقام بن گئے ہو۔ تمہارا کام تھا کہ تم تربیت کی طرف توجہ کرتے لیکن تم نے اسے تباہ کر دیا اور خالص اور ناخالص مخلوط ہو گئے تھے۔ تو یا خالصوں کو ناخالصوں سے علیحدہ کر دینا چاہیے تھا اور یا ناخالصوں کو خالصوں سے علیحدہ کر دینا چاہیے تھا۔ پہلے چونکہ ناخالص زیادہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے خالصوں کو ناخالصوں سے علیحدہ کر لیا۔ اب چونکہ خالص زیادہ ہیں اس لیے ناخالصوں کو خالصوں سے علیحدہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ زیادہ چیز میں سے تھوڑی چیز کو نکالا جاتا ہے۔ تھوڑی چیز میں سے زیادہ چیز کو نہیں نکالا جاتا۔ فرض کرو ایک ہزار من مٹی میں ایک من ماش مل جائیں تو ایک من ماش کو ہزار من مٹی سے علیحدہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایک من ماش میں ایک پاؤ مٹی مل گئی ہو تو ہم ماش میں سے مٹی کو نکالیں گے۔ کیونکہ مٹی تھوڑی ہے اور ماش زیادہ ہیں۔ اِسی طرح جب ناخالص زیادہ ہوں اور خالص کم، تو ہم خالصوں کو ناخالصوں سے الگ کریں گے۔ اور اگر خالص زیادہ ہوں اور ناخالص کم، تو ہم ایسی تدبیر اختیار کریں گے کہ ناخالص، خالصوں سے الگ ہو جائیں۔ یہ اتنی موٹی بات ہے کہ اسے ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے۔

لیکن تم لوگ چودھراہٹ سنبھال لیتے ہو۔ تم خدا کے نام سے عہدے لے لیتے ہو۔ اور پھر اُسی کی دشمنی کرتے ہو۔

جماعت کی تربیت کا طریق یہی ہے کہ پہلے محبت سے سمجھایا جائے۔ اور اگر کوئی محبت سے نہ سمجھے تو اس پر سختی کی جائے اور اسے باہر نکال دیا جائے۔ چونکہ ایک عرصہ تک خدا تعالیٰ بھی توبہ کو قبول کرتا ہے اس لیے اگر کوئی شخص توبہ کرے تو تمہیں بھی اُس کی توبہ مان لینی چاہیے۔ لیکن اُس سے توبہ ضرور کرانی چاہیے، بے توبہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ پس اگر کوئی شخص توبہ کرتا ہے تو اُس کی توبہ مان لو۔ لیکن اُس سے لکھوا لو کہ میں آئندہ ایسی غلطی نہیں کروں گا۔ اور اگر وہ دوبارہ یہی غلطی کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو اُس کی توبہ مان لو۔ لیکن اگر وہ تیسری بار وہی غلطی کرتا ہے تو اُسے کہو خدا تعالیٰ تو بے انتہا توبہ قبول کرنے والا ہے لیکن ہم انسان ہیں۔ تم نے دو دفعہ غلطی کی اور پھر توبہ کی تو ہم نے تمہاری توبہ مان لی۔ لیکن چونکہ تم غلطی کرنے کے عادی ہو اس لیے ہم آئندہ تمہاری توبہ نہیں مانیں گے۔ تمہارا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اِس طرح لوگ اپنی اصلاح کریں گے۔ پھر مجرموں کو یہ بھی عادت پڑی ہے کہ اُن کی جُرم کرنے کی عادت لَوٹ آتی ہے۔ گورنمنٹ ایسے لوگوں کے نام لکھ لیتی ہے تا وہ دیکھیں کہ انہیں اِس مرض کا دوبارہ دَورہ تو نہیں ہوتا۔ اگر انہیں اس مرض کا دوبارہ دورہ ہو جائے تو وہ دوبارہ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی اصلاح کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض توبہ کرنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو غیر مجرموں سے نیکی میں بڑھ جاتے ہیں۔ صحابہؓ سارے کے سارے تائب تھے۔ تم اُن کا ایمان دیکھو اور پھر اُن لوگوں کا ایمان دیکھو جو مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہو کر مسلمان کہلائے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تائب، غیر مجرموں سے ایمان میں زیادہ تھے۔ کیونکہ غیر مجرموں کا ایمان نسبی تھا اور تائب ہونے والوں کا ایمان کسبی تھا۔ یہی طریق خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرانے کا ہے۔ پہلے لوگوں کو شرمندہ کیا جائے کہ چند پیسوں کی خاطر تم خدا تعالیٰ کو چھوڑ رہے ہو اور اگر وہ محبت کے ساتھ سمجھانے کے بعد بھی اپنی اصلاح نہیں کرتے تو اُن پر سختی کی جائے۔ خالی پکڑ دھکڑ جاری ہو جائے تو کبھی تزکیہ نفس کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ لیکن اگر پہلے محبت سے سمجھایا جائے اور اگر پھر بھی ضرورت ہو تو سختی کی جائے تو اعمال اور خیالات دونوں درست ہو جائیں گے۔ یہ چار پانچ چیزیں ہیں جن کی

طرف 1953ء میں ہم نے خصوصیت کے ساتھ توجہ کرنی ہے۔

پھر ان سب سے مقدم تبلیغ ہے۔ حکومت نے اب اعلان کیا ہے کہ کوئی ملازم تبلیغ نہ کرے۔ اس لیے اب تم ہر ایک افسر کے پاس جاؤ اور اُسے تبلیغ کرو۔ پہلے تو تمہیں یہ شبہ تھا کہ شاید تمہارے ملازم بھائی نے اُسے تبلیغ کی ہو۔ لیکن اب تو گورنمنٹ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ ملازم اپنے نائب یا تعلق رکھنے والے کو تبلیغ نہ کرے۔ اب تم غیر ملازم افسروں اور دوسرے کارکنوں کو اِتنی تبلیغ کرو کہ وہ لوگ گورنمنٹ کی منتیں کریں کہ یہ لوگ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے تم اِس قانون کو کہ کوئی ملازم اپنے سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں خیالات کی اشاعت نہ کرے، واپس لے لو۔ جہاں تک اثر کا تعلق ہے صاحبِ اثر لوگوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے اور ہر شخص کو تبلیغ کرنی چاہیے۔ اب تو یہ ہو رہا ہے کہ ایک احمدی دوست پر اس لیے مقدمہ چلایا جا رہا ہے کہ اس نے اپنے افسر سے ایک احمدی مبلغ کو ملایا ہے حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ بجائے اِس ماتحت پر مقدمہ چلانے کے اُس زنخے[1] افسر پر مقدمہ چلایا جاتا کہ وہ افسر ہوتے ہوئے اپنے ماتحت سے کیوں دب گیا۔ قانون تو یہ تھا کہ افسر اپنے ماتحت پر ناجائز دباؤ ڈال کر اپنے خیالات کی تبلیغ نہ کرے۔ اب اگر کوئی افسر ماتحت کا دباؤ قبول کرتا ہے تو وہ افسر اِس قابل ہی نہیں کہ اُسے افسر رہنے دیا جائے۔ گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ ایسے زنخے افسر کو فوراً باہر نکال دے۔ ایسا زنخا افسر جو اپنے ماتحت کے ناجائز دباؤ کو قبول کرتا ہے وہ افسر کس بات کا ہے۔ پس بجائے اِس کے کہ اُس کے ماتحت پر مقدمہ چلایا جاتا اُس افسر پر مقدمہ چلانا چاہیے تھا۔ بہرحال یہ چیز ناجائز ہے۔ اس کی اصلاح کا طریق یہ ہے کہ پہلے تو شاید اس ایک کارکن کو تبلیغ کا موقع ملتا تھا یا نہیں اب تم چار چار اُس افسر کے پاس جاؤ۔

اسی طرح اپنے رشتہ داروں کو بھی تبلیغ کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے دوستوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کو تبلیغ نہیں کرتے۔ وہ ان پر اتنا دباؤ نہیں ڈالتے جتنا ڈالنا چاہیے۔ میں نے ایک دفعہ اس پر خاص زور دیا اور بعض احمدیوں نے ایسا کیا۔ چنانچہ ایک احمدی دوست نے بتایا کہ میں ایک دن اپنے ایک رشتہ دار کے گھر میں بیٹھ گیا اور اُسے کہا یا تو تم مجھے اپنا ہم خیال بنا لو اور یا تم احمدی بن جاؤ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میرے دلائل چونکہ معقول تھے وہ اس پر اثر کر گئے اور وہ احمدی ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمیں یہ سمجھا دے کہ ہم غلطی پر ہیں تو

ہمیں اُس کی بات ماننے میں کیا حرج ہے۔لیکن افسوس ہے کہ جماعت کے دوست دلیری سے کام نہیں لیتے۔صاف بات ہے جس کی دلیل پکی ہوگی وہ یقیناً دوسرے شخص کو اپنی طرف مائل کرے گا۔اگرتم اِس طرح اپنے اپنے رشتہ داروں کے پاس جاؤ تو لاکھوں لاکھ لوگ احمدیت کی طرف متوجہ ہوں گے۔آگے پھر اُن کے رشتہ دار ہوں گے وہ انہیں تبلیغ کریں گے۔اور اِس طرح پر یہ سلسلہ اتنا غیر معمولی وسیع ہوسکتا ہے کہ ہمارے احساس اور اندازے سے بھی بالا ہوسکتا ہے۔"

(الفضل 22رجنوری 1953ء)

---

1 زنخے: بزدل۔وہ مرد جو عورتوں کی طرح حرکات کرتا ہے۔اصل فارسی لفظ"زُنکہ" ہے۔
(فیروز اللغات اُردو جامع فیروز سنز لاہور)